النور اکتوبر ۲۰۱۳ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیر

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اعلانات اور خبریں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

صدر جماعت جنوبی افریقہ بھائی ابراہیم کی بہن حنیفہ وفات پا گئی ہیں۔ وہ محترم سائیڈو صاحب کے زمانے میں بیعت کر کے اپنے مُلک میں جماعت کے اولین ممبروں اور انتہائی مُخلص ممبران میں سے تھیں اور جہاں بھی کسی بیمار یا بزرگ کو مدد کی ضرورت ہوتی وہ فوراً پہنچ جاتیں ۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبر۔ (آمین)

عیدالاضحیٰ

دارالسلام، ویمبلے اور بولٹن

۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز منگل

نماز گیارہ بجے صبح

نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ : ۱۳:۰۰ بجے

درس : بعدازجمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس : ۱۵:۰۰

عیدین : ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

ضَرُوْرَۃُ الاِمَام

امابعد واضح ہو کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہوسکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی

اِسلام اِنسانیت سے محبت سِکھاتا ہے۔

جامع شقاوت ہے جس کے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں۔ سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی خواب سچی آوے یا الہام کا دروازہ اس پر کھلا ہو وہ اس نام سے موسوم ہوسکتا ہے بلکہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اس کا نام امام ہے؟ اور یہ تو ظاہر ہے کہ صرف تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واجعلنا للمتقین اماما (الفرقان: ۷۵) پس اگر ہر ایک متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے اور یہ امر منشاء آیت کے برخلاف ہے اور ایسا ہی بموجب نصّ قرآن کریم کے ہر ایک ملہم اور صاحب رؤیا صادقہ امام نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ قرآن کریم میں عام مومنین کے لئے یہ بشارت ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا (یونس: ۶۵) یعنی دنیا کی زندگی میں مومنین کی یہ نعمت ملے گی کہ اکثر سچی خوابیں انہیں آیا کریں گی یا سچے الہام ان کو ہوا کریں گے۔ پھر قرآن شریف میں ایک دوسرے مقام میں ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا (حم السجدۃ: ۳۱) یعنی جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں فرشتے ان کو بشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے رہتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ الہام تسلی دی گئی۔ لیکن قرآن ظاہر کر رہا ہے کہ اس قسم کے الہامات یا خوابیں عام مومنوں کے لئے ایک روحانی نعمت ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ہوں اور ان الہامات کے پانے سے وہ لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور اکثر یہ الہامات ان کے ذاتیات کے متعلق ہوتے ہیں اور علوم کا افاضہ ان کے ذریعہ سے نہیں ہوتا اور نہ کسی عظیم الشان تحدی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک امام کی دستگیری افاضہ علوم نہ کرے تب تک ہرگز ہرگز خطرات سے امن نہیں ہوتا۔ اس امر کی شہادت صدر اسلام میں ہی موجود ہے۔ کیونکہ ایک شخص جو قرآن شریف کا کاتب تھا اس کو بسا اوقات نور نبوت کے قرب کی وجہ سے قرآنی آیت کا اس وقت میں الہام ہو جاتا تھا جبکہ امام یعنی نبی علیہ السلام وہ آیت لکھوانا چاہتے تھے۔ ایک دن اس نے خیال کیا کہ مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا فرق ہے۔ مجھے بھی الہام ہوتا ہے۔ اس خیال سے وہ ہلاک کیا گیا۔ اور لکھا ہے کہ قبر نے بھی اس کو باہر پھینک دیا۔ جیسا کہ بلعم ہلاک کیا گیا۔ مگر عمر رضی اللہ عنہ کی بھی الہام ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے تئیں کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور امامتِ حقہ جو آسمان کے خدا نے زمین پر قائم کی تھی اس کا شریک بننا نہ چاہا۔ بلکہ ادنیٰ چاکر اور غلام اپنے تئیں قرار دیا۔ اس لئے خدا کے فضل نے ان کو نائب امامتِ حقہ بنا دیا۔ اور اویس قرنی کو بھی الہام ہوتا تھا اس نے ایسی مسکینی اختیار کی کہ آفتاب نبوت اور امامت کے سامنے آنا بھی سوء ادب خیال کیا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اجد ریح الرحمن من قبل الیمن۔ یعنی مجھے یمن کی طرف خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ امامت حقہ کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچی خواب آنے سے یا چند الہامی فقروں سے خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں کیا ہم کچھ کم ہیں؟ اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسا خیال سراسر معصیت ہے کیونکہ جب کہ ہمارے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کیلئے قائم کی ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت پر مرے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثناء نہیں کیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملہم ہو یا خواب بین ہو اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں اور ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن الہام ہوتا ہوگا۔ پھر ماسوا اس کے حدیث اور قرآن سے یہ ثابت ہے کہ امام الزمان کے وقت میں اگر کسی کو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتوہ ہوتا ہے جو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے جو مستعد دلوں پر پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے۔ اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے انسان کو مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے۔ اور

عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا۔ جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہ۔ اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر تو اور بھی زیادہ چمکتی ہے۔ اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعویٰ نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے۔ کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ پس ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی قسمت کا پھیر نہ ہو اور خدا کی طرف سے کوئی ابتلا نہ ہو تو سعید انسان جلد اس دقیقہ کو سمجھ سکتا ہے اور خدانخواستہ اگر کوئی اس الٰہی راز کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے اور پھر استغنا سے اجنبیت پیدا ہوتی ہے اور پھر اجنبیت سے سوء ظن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر سوء ظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر عداوت سے نعوذ باللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر

الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے قبول نہ کیا تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے ان کو ہلاک کردیا اوران کے تعلقات خداتعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے اور جو کچھ ان کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وکانوا من قبل یستفتحون (البقرۃ:۹۰) اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ یہ لوگ خداتعالیٰ سے نصرت دین کیلئے مدد مانگا کرتے تھے اوران کوالہام اورکشف ہوتا تھا اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی خداتعالیٰ کی نظر سے گرگئے تھے لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مرگیا اوراس میں حقیقت اورنورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہوگئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اوراکثر ان میں سے صاحب الہام اورصاحب کشف پیدا ہونے لگے اوران کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے اوروہ ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخرزمان اورامام دوران جلد پیدا ہوگا اوراسی وجہ سے بعض ربانی علماء خداتعالیٰ سے الہام پاکر ملک عرب میں آرہے تھے اوران کے بچہ بچہ کو خبر تھی کہ عنقریب آسمان سے ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائے گا۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم (البقرۃ:۱۴۷) یعنی اس نبی کو وہ ایسی صفائی سے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بچوں کو۔ مگر جب کہ وہ نبی موعود اس پر خدا کا سلام ظاہر ہوگیا۔ تب خودبینی اورتعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کردیا اوران کے دل سیہ ہوگئے مگر بعض سعادتمند مسلمان ہوگئے اور ان کا اسلام اچھا ہوا پس یہ ڈرنے کا مقام ہے اورسخت ڈرنے کا مقام ہے خداتعالیٰ کسی مومن کی بلعم کی طرح بدعاقبت نہ کرے۔ الٰہی تو اس امت کوفتنوں سے بچا اور یہودیوں کی نظریں ان سے دور رکھ۔ آمین ثم آمین۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح خداتعالیٰ نے قبائل

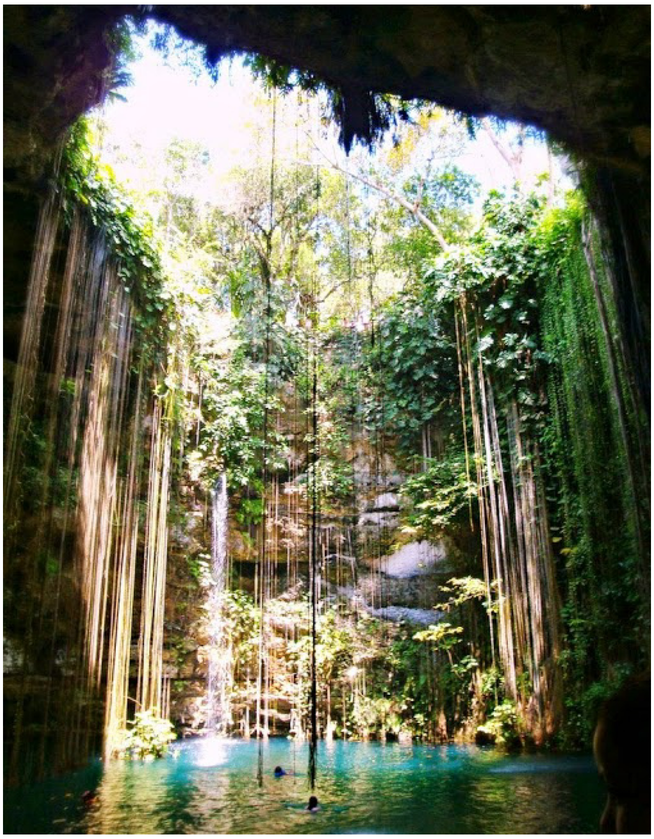

اورقوموں میں اس غرض سے بنائیں کہ تا اس جسمانی تمدن کا ایک نظام قائم ہواوربعض کے بعض سے رشتے اورتعلقات ہوکر ایک دوسرے کے ہمدرد اورمعاون ہوجاویں۔ اسی غرض سے اس نے سلسلہ نبوت اورامامت قائم کیا ہے کہ تا امت محمدیہ میں روحانی تعلقات پیدا ہوجائیں اوربعض بعض کے شفیع ہوں۔

(ضَرُورَۃُ الامَام)

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ

شاہد عزیز

حُجۃُ اللہِ البالِغَہ حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک عظیم الشان تصنیف ہے۔ مولانا عبدالرحیم نے اِس کا اردو ترجمہ کیا جس کے ساتھ ایک انٹرڈکشن میں حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کے حالات بیان کئے گئے ہیں اوراُن پر کچھ اعتراضات کے جواب ہیں۔ اِس انٹروڈکشن کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ

حضرت مسیح موعود پر اعتراضات صرف کم علمی کا نتیجہ ہیں اور یہ کہ ہر ایک مجدد تو کیا نبی پر بھی ایسے ہی اعتراضات کئے گئے ہیں۔

مثلاً ایک اعتراض یہ ہے کہ مجدد خود یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ مجدد ہے بلکہ اُس کی وفات کے بعد دوسرے اُس کی مُجدد بنا دیتے ہیں۔ لیکن صاحبِ انٹرڈکشن حضرت شاہ صاحبؒ کے مندرجہ ذیل الفاظ دیئے گئے ہیں:

’’مجھ کو خلعت فاتحیت سے سرفراز کیا گیا اور اِس دور کا افتتاح مجھ سے کرایا گیا۔ بعینہ یہی مفہوم ہے کہ چونکہ آخری دور زمان میں ہر ایک طرح کی خرابی دینِ حق میں پیدا کر لی گئی تھی اور پھر غضب یہ کہ اِن تمام تحریفات اور بدعات کو دینِ حق سمجھا جاتا تھا۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اِن حالات کی اصلاح کے لیے کسی کو مجدد کے منصب گرامی پر سرفراز فرمایا جائے۔ یہ شرف مجھ ہی کو بخشا گیا اور میں ہی مجدد قرار پایا۔‘‘ (صفحہ ۹)

یہاں حضرت شاہ صاحبؒ خود مجدد ہونے کا دعوٰی کر رہے ہیں۔

اِسی طرح صفحہ ۲۹ پر جہاد کے بارے میں لکھا ہے:

’’اِس سوال کا جواب کہ شاہ صاحبؒ نے جہاد کیوں نہیں کیا:

بعض کوتہ نظر حضرات شاہ صاحبؒ کے متعلق یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ آپ نے جہاد کیوں نہیں کیا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) اولاً تو یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کہ ایک عالم ربانی اور مجدد دین کے لیے یہ ضروری ہے تلوار ہاتھ میں لے کر اہل کفر و شرک اور اہل بدعت و ضلالت کے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔ ایک عالم ربانی یا مجدد نبی کا تابع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خود انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی عظیم المرتبت شخصیوں میں کتنے ہیں تبلیغ دینِ حق پر اکتفا نہ کر کے جہاد کے لیے تلوار اُٹھائی ہے؟ خود رسالت پناہ ﷺ کی مکی زندگی کیا ہمارے لیے اسوہ حسنہ نہیں؟ کیا کفریہ عقیدوں اور شرک اور بدعت کو مٹانے کے لیے قلم اُٹھانا جہاد نہیں؟ اور کیا یہ جلیل القدر کارنامہ جہاد کے مفہوم میں داخل نہیں کہ ایک عالم ربانی اپنے قلم کے زور سے اُن تمام پردوں کو جن کی وجہ سے دینِ حنیف کا نورانی چہرہ لوگوں کی نظروں سے محجوب و مستور ہے چاک کر کے اِس کے اصلی حُسن و جمال کو منظر عام پر جلوہ گر کر دے اور اِس کے جملہ حقائق و معارف کو بے نقاب کر کے امت مسلمہ کے ہر ایک طبقہ کو اُن کی غلطیوں اور برائیوں سے مطلع کر دے جن میں کہ وہ صدیوں سے مبتلا تھے۔ اگر اِس سوال کا جواب نفی میں نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ بہت بڑے عالم ربانی، بہت بڑے مجدد اور بہت بڑے مجاہد تھے۔ آپ کی تصنیفات پر ہمہ گیر نظر ڈالنے سے ہر ایک صاحبِ فہم و درایت اسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں، بایں ہمہ میرا خیال ہے کہ آپ کے اِس قلمی جہاد کے کارہائے نمایاں کا مختصر خاکہ ناظرین کرام کے پیش کروں۔‘‘

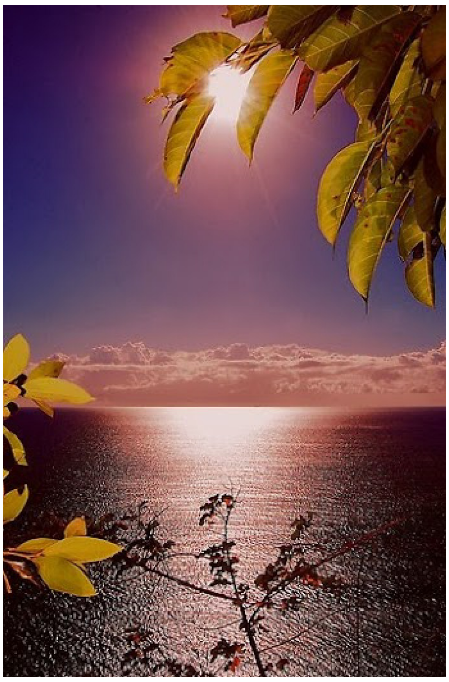

یہاں مصنف نے نہ صرف مجددین بلکہ نبیوں کی مثال بھی پیش کی ہے اور پوچھا ہے کہ کتنے نبیوں نے تبلیغ کے لئے تلوار اُٹھائی تھی۔ مزید یہ کہ اُنہوں نے صاف لکھا ہے کہ تبلیغ حق کے لیے قلم اُٹھانا بھی جہاد میں شامل ہے۔

یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر غیر احمدی احباب انگریزوں کے خلاف جہاد جائز سمجھتے تھے تو اُنہوں نے خود جہاد کیوں نہ کیا اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مُخالفت پر ہی اِکتفا کیوں نہ کیا۔ یہ دوست اعلان تو یہ کرتے تھے کہ وہ نہ تو حضرت صاحب کے دعووں کو مانتے تھے اور نہ ہی اُن کی تعلیمات کو۔ بلکہ وہ تو اُن پر کافر ہونے کے فتاوی لگاتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ عمل حضرت صاحب کی تعلیم پر کرتے رہے۔

انگریزوں کے خلاف جہاد تو ایک طرف رہا وہ تو انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شہید کرتے رہے۔ انڈین آرمی میں بہت سے سُنی مسلمان تھے جنھوں نے پہلی جنگ عظیم میں تُرکوں پر حملہ کیا اور اُنہیں شہید کیا۔ سعودی عرب کے مسلمانوں نے پہلی جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور ترکی کی خلافت کو پارہ پارہ کیا۔

انگریزوں سے جہاد کیا کرنا تھا مسلمان لیڈر تو اُن سے وفاداری کی تعلیم دیتے تھے۔ مثال کے طور پر جب مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا اور اِس کے مقاصد بیان کئے گئے تو سب سے اول مقصد مسلمانوں میں انگریزوں کے لئے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا بیان کیا گیا۔ پاکستان سٹڈیز کی بارھویں جماعت کی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے

'مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

۱۔ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان بہتر تعلقات استوار کرنا اور مسلمانوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔'

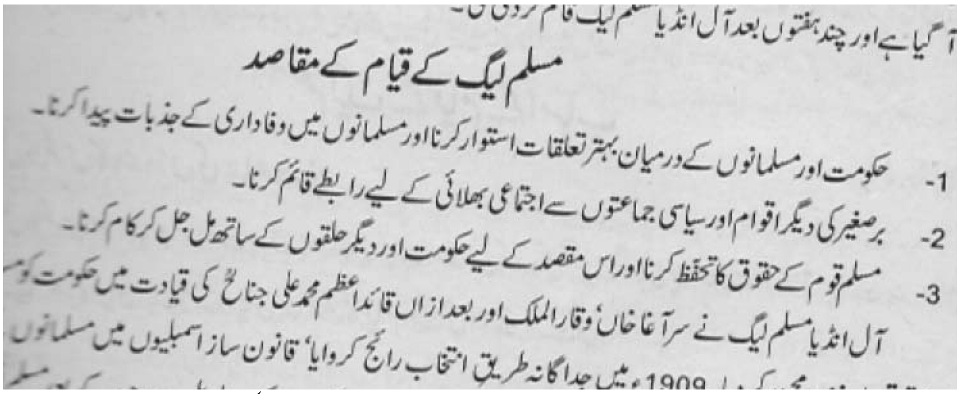
آ گیا ہے اور چند ہفتوں بعد آل انڈیا مسلم لیگ قائم کر دی گئی۔

مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

1- حکومت اور مسلمانوں کے درمیان بہتر تعلقات استوار کرنا اور مسلمانوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔
2- برصغیر کی دیگر اقوام اور سیاسی جماعتوں سے اجتماعی بھلائی کے لیے رابطے قائم کرنا۔
3- مسلم قوم کے حقوق کا تحفظ کرنا اور اس مقصد کے لیے حکومت اور دیگر حلقوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنا۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے سر آغا خان، وقار الملک اور بعد ازاں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں حکومت کو ... مسلمانوں ... قانون ساز اسمبلیوں میں جداگانہ طریق انتخاب رائج کروایا ... 1909ء میں ...

یہ سکینز ہیں اِس کتاب کے ٹائٹل پیج اور صفحہ نمبر ۱۰ کے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ دائیں کونے میں ایک سٹکر لگا ہے جو بالکل صاف تو نہیں لیکن یہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور کا سٹکر ہے جو ایک سرکاری ادارہ ہے اور جس کا کام تمام جماعتوں کے لئے ٹیکسٹ بک تیار کرنا ہے۔ تو گویا حکومت پاکستان یہ تسلیم کرتی ہے کہ مسلم لیگ کے قیام کا مقصد مسلمانوں کو انگریزوں کا وفادار بنانا تھا۔ اور اِس میں مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے لیڈر شامل تھے۔ سو سوال یہ ہے کہ جب نہ تو مذہبی لیڈر اور نہ سیاسی لیڈر انگریزوں سے جہاد کرنے پر تیار تھے تو پھر کِس نے یہ جہاد کرنا تھا؟ خالی باتیں کرنا بہت آسان ہے لیکن کسی قوم کی عملی بہتری کے لئے کچھ کرنا بہت مشکل اور یہ کارنامہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرانجام دیا۔ جب تک مسلمان حضرت صاحب کی تفہیم اسلام کی طرف رجوع نہیں کریں گے وہ رُسوا ہوتے رہیں گے۔

ھمارے دو کام

حضرت مولانا محمد علی (رح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ہی رہی ہے اور بہت رہی ہے لیکن ایک زمانہ میں اس عظمت کا رنگ یہ تھا کہ لوگ ان باتوں پر زیادہ زرو دیتے تھے جو بعض تو شاید آپ ہی سے خاص زندگی کا واقعہ ہے کہ جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے متعلق جلسہ ہوا تھا، اس میں معجزات ہی زیادہ تر بیان کئے جاتے تھے اور کچھ ان بے سروپا باتیں بڑھالی جاتی تھیں، اگر میں یہ کہوں کہ اس رنگ میں ایک تبدیلی ہماری جماعت نے، جماعت احمدیہ نے پیدا کی ہے تو یہ غلط نہیں اور اب عام طور پر بھی آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کرنے کے لئے جو جلسے ہوتے ہیں ان میں آپ کی کامیابیوں اور ان عملی باتوں پر زور دیا جاتا ہے جن کے ساتھ آپ نے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ اب

لوگوں کو سمجھ آگئی ہے کہ معجزات اپنی جگہ پر صحیح ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ان زبردست اصلاحی کاموں کی وجہ سے ہے جو آپ نے دنیا میں کئے آپ کے کارنامے اس قدر عظیم الشان ہیں کہ لوگوں کی گردنیں ان کے آگے جھک جاتی ہیں۔

لیکن جس عظمت کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی گئی ہے جس کو آج میں نے دوبارہ پڑھا ہے اور شاید آئندہ بھی کچھ خطبوں میں اسی پر بیان کروں گا، جس عظمت کا اس میں ذکر ہے اس کی طرف اب بھی بہت کم توجہ ہے اور ضرورت ہے کہ آپ کی عظمت کا تیسرا پہلو بھی بیان کیا جائے اس پر بھی زور دیا جائے، وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی جگہ ہی عظیم الشان نبی نہ تھے صرف آپ کے اندر ہی نیکی کی قوت اور اخلاق فاضلہ نہ تھے بلکہ آپؐ اس لئے آئے تھے کہ دوسروں کے اندر بھی نیکی کی قوت اور اخلاق فاضلہ پیدا کریں دوسروں کو بھی بدی سے بچالیں، ان کو بھی دنیا کے لئے نمونہ بنا دیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر آپ کے اخلاق کو اندر لے کر ہی انسان بدیوں سے بچ سکتا ہے اور نیکی کی قوت اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے اگر قرآن اپنے اندر صداقتیں اور حقائق رکھتا ہے تو اس کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیا اچھا بیان کیا آپ کی مطہرہ رفیقہ حیات حضرت عائشہؓ نے جب کسی نے آپؐ کی سیرت و اخلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کان خلقہ القراٰن آپ کی سیرت دیکھنی ہو تو قرآن کو پڑھو، اور میں کہوں گا کہ فی الحقیقت اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ قرآن میں کیا لکھا ہے تو آپ کی سیرت کو پڑھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نمونہ بنا کر بھیجا گیا ہے کہ گویا آپ ایک سانچہ ہیں جس میں انسانی زندگی کو ڈھالا جا سکتا ہے لیکن حقیقت ہے کہ اگر ہم آپ کے کارناموں کو دن رات بیان کرتے رہیں اور اس پر خوش ہوتے رہیں اور ان سے فائدہ کوئی نہ اٹھائیں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے پہلے لوگ آپ کے معجزات کو بیان کر کے خوش ہو لیتے تھے آپ کی سیرت کو بیان کرنے کا فائدہ یہی ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس سانچہ میں ڈھالیں اور اپنے اندر آپؐ کا نمونہ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اخلاق سے دنیا کو دکھائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے جس جگہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ خوبی کی بات ہے یہ نیکی ہے تو فوراً اسے اپنے اندر لینے کی کوشش کریں اگر ہم یہ ارادہ کرلیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنے اندر لینا ہے اس رنگ کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے تو اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ اس میں سے ضرور لے لیں گے؟ اس لئے کہ پہلے بھی ایسا ہوا صحابہ کرامؓ کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات کو اپنے اندر لیتے تھے، آپ کے ایک ایک خلق کو اپنے اندر پیدا کرتے تھے، ہماری یہ حالت ہے کہ ہم سن لیتے ہیں سن ہی نہیں لیتے بیان بھی کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کیا وہ کیا لیکن اس چیز کو اپنے اندر لینے کی کوشش نہیں کرتے اس چیز کو لینے کی کوشش کرو۔

اگر ہر مسلمان ان خوبیوں کو ان کمالات کو اپنے اندر لینے کی کوشش کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتے ہیں تو دنیا میں پھر انقلاب پیدا ہوسکتا ہے فرداً فرداً ہر شخص آپ کے نمونہ کو اپنے اندر لے، لیکن ایک جماعت کی جماعت یہ تہیہ کرلے تو بہت بڑا کام کرسکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے لیکن اگر اس چھوٹی سی جماعت کا ہر فرد تہیہ کر لے خدا سے یہ وعدہ کرلے کہ جو کچھ نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آئے گا اس کو اپنے اندر لینے کی کوشش کروں گا تو ہم نا کارے بھی آپ کے نمونہ کو لے کر دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھا سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا گیا تھا کہ آپ کے کمالات صرف آپ کی ذات تک محدود رہیں بلکہ آپ کو دوسروں کے اندر کمالات پیدا کرنے، دنیا میں ان کو پھیلانے کے لئے بھیجا گیا تھا آپ کے صحابہؓ نے ان کمالات کو اپنے اندر لیا، پھر تابعین نے لیا، تبع تابعین نے لیا اور ان کے بعد جگہ جگہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے آپؐ کے کمالات کو اپنے اندر لے کر آپؐ کے نام کو دنیا کے اندر روشن کیا، ہم بھی تہیہ کرلیں تو آج محمد رسول اللہ کو دنیا میں روشن کر سکتے ہیں۔

ہماری جماعت کے سامنے دو کام ہیں ایک کام ہے مسلمانوں کو اخلاقی رنگ میں درست کرنا ان کو قرآن کا عامل بنانا یہ تو خدا نے آپ کے سامنے ایک کام رکھا ہے وہ مسلمان ہیں لیکن ان کو صحیح معنوں میں مسلمان کرنے کی ضرورت ہے

دوسرا کام ہے غیر مسلموں میں قرآن کا پہنچانا ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا گرویدہ بنانا۔

یہ دو کام آپ کے سامنے ہیں لیکن میں آپ کو صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف لفظوں سے آپ ان کاموں کو نہیں کر سکتے صرف لیکچروں سے سرانجام نہیں دے سکتے صرف تصنیف وتالیف سے نہیں کر سکتے صرف تعلیم وتدریس سے نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ نظر آنا چاہیے۔ وہ جماعت جو مسلمانوں کو مسلمان بنانے یا غیر مسلموں کو اسلام پہنچانے کے لئے کھڑی ہوتی ہے اس کو سمجھ لینا چاہئیے کہ وہ ان دونوں کاموں کو نہیں کر سکتی اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونے ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا، فرداً فرداً ایسی نمونے اب بھی ہوں گے احمدیوں میں بھی ہوں گے غیر احمدیوں میں بھی ہوں گے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جماعت اس رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔

خدا کے فضل سے ایک صحیح عقائد کا رنگ آپ نے محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے اور اس رنگ میں ایسے بلند مقام پر آپ کھڑے ہیں جس کی طرف اس وقت دنیا آرہی ہے اور انشاء اللہ آئے گی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہیں یہ بالکل صحیح بات ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، لیکن آپ کے بعد ائمہ آئیں گے، مجددین آئیں گے، محدثین آئیں گے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اس امت کے اندر ایسے لوگ آتے رہے جو الہام الٰہی سے مشرف ہوئے گو وہ نبی نہ تھے تو عقائد کے لحاظ سے آپ بڑے بلند مقام پر ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ: ۔ ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہوا اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی مجدد ومسیح موعود اور مہدی کا تھا نبی کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟